سوال

(196) اہل تشیع کا بخاری کی حدیث اپنے حق میں بیان کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

اہل تشیع بخاری کی اس حدیث (صحیح البخاري كتاب العلم باب كتابة العلم (١١٤) والمغازي (٤٤٣٢) کو عموماً اپنے اس حق میں پیش کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیماری کے دوران یہ فرمانا کہ میرے پاس قلم دوات لے کرآؤ کہ میں آپ کو لکھ دوں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں قرآن کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہذیان میں ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس سے اہل تشیع درج زیل مسائل ثابت کرتے ہیں۔

1۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نا مان کر گستاخی کی۔

2۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان میں مبتلا کہہ کر گستاخی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہذیان میں ہونا شان کے خلاف ہے۔

3۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلافت کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے۔

4۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توامی تھے۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ لاؤ میں لکھ دوں؟ لہذا حدیث عقل ونقل کے خلاف ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

1۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور شفقت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کے غلبہ کی وجہ سے روکا تھا۔ لہذا یہ گستاخی نہیں۔ علی سبیل التنزل اگر اس کو گستاخی تسلیم کرلیا جائے۔ تو اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد نہیں تھے۔ بلکہ وہاں کئی ایک صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین واہل بیت رضوان اللہ عنہم اجمعین موجود تھے۔ وہ سب اس میں شریک ہوں گے۔ نیز تنہا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگانا بے انصافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں نہ تحریر کروایا۔ جب کہ ان کو قرب دامادی حاصل تھا۔ ''فتح الباری'' وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ کوئی کاغذ لاؤ جو لکھا جائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روکنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رک جانا منصب رسالت کے منافی ہے جب کہ آپ پر تبلیغ فرض ہے۔ اس واقعہ کے بعد بھی چند روز تک آپ زندہ رہے۔ اگر کوئی ضروری تحریر ہوتی تو ضرور لکھوا دیتے۔

2۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ نہیں۔ حدیث کی کسی کتاب میں اس امر کی تصریح موجود نہیں۔

دوسرا ''ہجر'' بمعنی ہذیان لینا غیر متبادر ہے۔ یہ لفظ جدائی کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا دوسری آیت میں ہے : وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

تیسری بات یہ ہے ''ہجر'' کے بعد استفهموہ کا لفظ موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں آپ سے پوچھو تو سہی کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر ہجر'' کے معنی ہذیان کے لئے جائیں تو استفهموہ سے بے ربط اور بے کار ہوجاتا ہے جس کو ہذیان ہوگیا اس سے پوچھنا خلاف عقل ہے۔ ثابت ہوا ھجر و یھجر کے معنی جدائی کے ہیں نہ کہ ہذیان۔ (فیصلہ حدیث قرطاس 69)

3۔ ''قصہ قرطاس ''جمعرات کو پش آیا۔ بروز سوموار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ اس اثناء میں اگر خلافت کے بارے میں کوئی ضروری تحریر ہوتی تو آپ لکھوا سکتے تھے یا فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جراءت مندانہ اقدام کر کے لکھوالیتے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کی مصلحت کے پش نظر رضا کارانہ طور پر امور خلافت سے مستعفی ہوگئے تھے۔ یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ استحقاق خلافت اہل بیت کے لئے متعین نہیں۔

4۔ کتاب کی نسبت آپ کی طرف بلحاظ آمر کے تھی قصہ صلح حدیبیہ میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں۔ وہ نسبت بھی حکم کے اعتبار سے ہے جب کہ فی الواقع کاتب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسی طرح معاملہ یہاں بھی سمجھ لینا چاہیے۔ اس میں ایسی کوئی شے نہیں جو عقل و نقل کے منافی ہو۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ

ج1ص497

محدث فتویٰ